بال جبریل کی غزلوں میں حافظ کے اثرات

ڈاکٹر محمد اسلم ضیا

علامہ کے فیضان کے سرچشموں کا حال سعدی کا سا ہے ع
تمتع زہر خوشہ یا فتم

علوم شرق و غرب حاصل کیے، بہتر چیز جہاں سے ملی، اخذ کی اور اس پر اپنے دل و دماغ کی اس طرح چھاپ لگائی کہ وہ آپ کی ہو گئی۔ مغرب سے وہی کچھ لیا، جسے آپ کی مشرقی فطرت جذب کر سکتی تھی۔ مغربی مفکرین کے توانا اور متحرک تصورات کو نئے قالب میں ڈھالا، خصوصاً" اصلاح و ترقی کا جذبہ۔ اسلامی مفکروں اور شاعروں میں آپ نے سب سے زیادہ اثر مولانا رومؒ (م 672ھ) کا قبول کیا اور ان کے کلام کی نئی تعبیر و توجیہ کی۔ امام غزل حافظ شیرازی (م - 791ھ) نے بھی آپ کی توجہ کو اپنی طرف کھینچا۔ آپ نے حافظ کا پیرایہ بیان اختیار کیا تاکہ آپ کی مقصدیت اور اجتماعی آہنگ زیادہ سے زیادہ دلکش نظر آئے، اور یہی آپ کے ماحول اور دور کا تقاضا تھا۔ پیام مشرق کے دیباچے میں جو بات اقبال نے گوئٹے کے بارے میں لکھی ہے، وہ ان کے بارے میں بھی کہی جا سکتی ہے:

"بعض بعض جگہ اس کی نظم خواجہ کے اشعار کا آزاد ترجمہ معلوم ہوتی ہے، اور بعض جگہ اس کی قوت تخیل کسی خاص مصرع کے اثر سے، ایک نئی شاہراہ پر پڑ کر، زندگی کے نہایت دقیق اور گہرے مسائل پر روشنی ڈالتی ہے"[1]

گوئٹے کے سوانح نگار بیل سوشکی کے حوالے سے، دونوں شاعروں کے موازنے میں جو خوبیاں لکھی ہیں، وہ کم و بیش ان کے کلام پر بھی صادق آتی ہیں، یعنی زمینی مسرت، آسمانی محبت، سادگی و عمق، جوش و حرارت، وسعت مشرب، کشادہ دلی، رسوم و قیود سے آزادی _____ ایک لسان الغیب ہے، اس کی سادگی میں جہان معنی آباد ہے _____ دوسرا ترجمان اسرار، اس کے بے ساختہ پن میں حقائق و اسرار کی جلوہ گری ہے، اور مزید یہ کہ ایک کی روح دوسرے میں سما گئی ہے[2]۔ الغرض، اقبال پر حافظ کے اثرات داخلی بھی ہیں اور خارجی بھی۔ داخلی اثرات سے ہماری مراد مخصوص تصورات ہیں جن میں اختلاف بھی ہے اور مماثلت بھی، کئی مشترکہ تصورات کا ذکر اوپر آ چکا ہے۔ اختلافی تصورات میں عشق و خرد اور خودی و بے خودی کے تصورات زیادہ اہم ہیں۔ خارجی اثرات میں اسالیب یا پیرایہ ہائے بیان شامل ہیں جن کی تشکیل الفاظ و تراکیب، مصرعوں میں تصرف، استعارے، کنائے، علامتیں، پیکر تراشی، کردار نگاری، ڈرامائی کیفیت، ہمکلامی، کہانی کا سا

انداز، خطابیہ طریقہ، نغمہ و آہنگ کی موافقت، بحر و قافیہ کی ہم آہنگی (ہم طرح غزلیں) وغیرہ عناصر سے ہوتی ہے۔

یوں تو اثرات کا سلسلہ پورے اردو اور فارسی کلام میں پھیلا ہوا ہے، مگر ہمارا موضوع بالِ جبریل کی غزلوں پر، حافظ کے اثرات ہے۔ اس مقصد کے لیے، ہم نے دونوں کی ہم طرح غزلیں تلاش کی ہیں۔ پہلے ان کی فہرست دی جائے گی پھر چند غزلوں کا تجزیہ کیا جائے گا، بعد ازاں ہم طرح غزلیات میں سے ایسے اشعار پیش کیے جائیں گے جن کے قافیے ایک جیسے ہیں اور بیشتر افکار و مطالب کا اتحاد ہے۔ آخر میں نتائج پیش کیے جائیں گے۔

ہم طرح غزلیات 3

بحر: مجتث مثمن مخبون جس کے ارکان ہیں:
مفاعلن فعلاتن مفاعلن فعلن / فعلان 2 بار
ذیل کی آٹھ غزلیں اسی بحر میں ہیں۔

شراب و عیش نہاں چیست کار بے بنیاد
اثر کرے نہ کرے، سن تو لے مری فریاد

دلم ربودہ لولی و شیست شور انگیز
ضمیر لالہ مئی لعل سے ہوا لبریز

مقام امن و می بیغش و رفیق شفیق
ہزار خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رفیق

اگر شراب خوری جرعہ فشاں برخاک
ہوا نہ زور سے اس کے کوئی گریباں چاک

چراغ روی ترا شمع گشت پروانہ
خرد نے مجھ کو عطا کی نظر حکیمانہ

نصیب من چوں خرابات کردہ است الہ
تری نگاہ فرو مایہ ہاتھ ہے کوتاہ

بیاد بادہ و بازم رہان ز رنجوری
کمال ترک نہیں آب و گل سے مہجوری

زباغ وصل تو باید ریاض رضوان آب

یہ حوریان فرنگی، دل و نظر کا حجاب

ایک غزل بحر رمل مثمن مخبون میں ہے جس کے ارکان ہیں: فاعلاتن فعلاتن فعلاتن فعلن/فعلان

فتوی پیر مغان دارم و عہدیست قدیم
تازہ پھر دانش حاضر نے کیا سحر قدیم

ذیل کی غزل بحر رمل مثمن محذوف و مقصور میں ہے، ارکان ہیں: فاعلاتن فاعلاتن فاعلاتن فاعلان (فاعلات

افسر سلطان گل پیدا شد از طرف چمن

پھر چراغ لالہ سے روشن ہوئے کوہ و دمن

اے بست آب حیات و اے قدت سرو چمن

پھر چراغ لالہ سے روشن ہوئے کوہ و دمن

ہزج مثمن سالم میں ایک غزل ہے۔ ارکان ہیں: مفاعلین مفاعلین مفاعلین مفاعلین 2 بار

سحر با باد میگفتم حدیث آرزو مندی

متاع بے بہا ہے درد و سوز آرزو مندی

بحر: رجز مثمن مطوی مخبون

ارکان: مفتعلن مفاعلن مفتعلن مفاعلن 2 بار

طالع اگر مدد کند دا منش آورم بکف

میر سپاہ ناسزا، لشکریاں شکستہ صف

با ختلاف بحر

چند غیر مردف غزلیں ایسی ہیں جو ہم قافیہ ہیں مگر بحر مختلف ہے:

رہروان را عشق بس باشد دلیل

خودی ہو علم سے محکم، تو غیرت جبریل

اے رخت چوں، خلد و لعلت سلسبیل

خودی ہو علم سے محکم تو غیرت جبریل

مرحبا طائر فرخ رخ و فرخندہ پیام

ڈھونڈ رہا ہے فرنگ عیش جہاں کا دوام
گفتا برون شدی بتماشاے ماہ نو
ہر اک مقام سے آگے گزر گیا مہ نو
سحر گاہان کہ مخمور شبانہ
تجھے یاد کیا نہیں ہے مرے دل کا وہ زمانہ
اے در رخ تو پیدا انوار پادشاہی
ہر شے مسافر، ہر چیز راہی

احمد اللہ علی معدلۃ السلطانی
اک دانش نورانی، اک دانش برہانی
وقت را غنیمت دان آن قدر کہ بتوانی
اک دانش نورانی، اک دانش برہانی
ہوا خواہ توام جانان و میدانم کہ میدانی
اک دانش نورانی، اک دانش برہانی
پدید آمد رسوم بے وفائی
ہر چیز ہے محو خود نمائی
سلامے چو بوے خوش آشنائی
ہر چیز ہے محو خود نمائی
دوش بامن گفت پنہاں راز دانے تیز ہوش
کھو نہ جا اس سحر و شام میں اے صاحب ہوش!
چو جام لعل تو نوشم کجا بماند ہوش
کھو نہ جا اس سحر و شام میں اے صاحب ہوش!
در عہد پادشاہ خطا بخش و جرم پوش
کھو نہ جا اس سحر و شام میں اے صاحب ہوش!
سحر ز ہاتف غیبم رسید مژدہ بگوش
کھو نہ جا اس سحر و شام میں اے صاحب ہوش!
ہاتفے از گوشہ میخانہ دوش
کھو نہ جا اس سحر و شام میں اے صاحب ہوش!

باختلاف و تغیر ردیف (بحر اور قافیے مشترک)

کنون کہ در کف گل جام بادہ صاف ست
کمال جوش جنوں میں رہا میں گرم طواف
اگر باطف بخوانی مزید الطاف ست
کمال جوش جنوں میں رہا میں گرم طواف
نہ ہر کہ چہرہ برا فروخت دلبری داند
نگاہ فقر میں شان سکندری کیا ہے
خیز و در کاسہ زر آب طربناک انداز
حادثہ وہ جو ابھی پردہ افلاک میں ہے
این خرقہ کہ من دارم، در رہن شراب اولی
افلاک سے آتا ہے نالوں کا جواب آخر

مندرجہ ذیل غزل میں بحر مختلف ہے قافیے مشترک ہیں اور ردیف کا ترجمہ کر دیا ہے۔

بحریست بحر عشق کہ ہیچش کنارہ نیست
خودی وہ بحر ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں

تجزیہ غزلیات

دلم ربودہ لولی وشیت شور انگیز
دروغ وعدہ و قتال وضع و رنگ آمیز
فدائے پیرہن چاک ماہرویان باد
ہزار جامہ تقوی و خرقہ پرہیز
فرشتہ عشق نداند کہ چیست قصہ مخواں
بخواہ جام شرابے بخاک آدم ریز
غلام آن کلماتم کہ آتش افروزد
نہ آب سرد زند در سخن بر آتش تیز
فقیر و خستہ بدرگاہت آمدم رحمے
کہ جز ولائے توام نیست ہیچ دستاویز
بیاکہ ہاتف میخانہ دوش بامن گفت
کہ در مقام رضا باش و از قضا مگریز
پیالہ در کفنم بند تا سحر گہ حشر
بے زدل ببرم ہول روز رستاخیز

مباش غرہ بہ بازوے خود کہ ہر ساعت
ہزار شعبدہ بازد سپہر مہر انگیز
میان عاشق و معشوق ہیچ حائل نیست
تو خود حجاب خودی حافظ ازمیان برخیز
(حافظ)

○

ضمیر لالہ مئے لعل سے ہوا لبریز
اشارہ پاتے ہی صوفی نے توڑ دی پرہیز
بچھائی ہے جو کہیں عشق نے بساط اپنی
کیا ہے اس نے فقیروں کو وارث پرویز
پرانے ہیں یہ ستارے، فلک بھی فرسودہ
جہاں وہ چاہیے مجھ کو کہ ہو ابھی نوخیز
کسے خبر ہے کہ ہنگامہ نشور ہے کیا؟
تری نگاہ کی گردش ہے میری رستاخیز
نہ چھین لذت آہ سحر گہی مجھ سے
نہ کر نگہ سے تغافل کو التفات آمیز
دل غمیں کے موافق نہیں ہے موسم گل
صدائے مرغ چمن ہے بہت نشاط انگیز
حدیث بے خبراں ہے، تو با زمانہ بساز
زمانہ با تو نسازد، تو با زمانہ ستیز!
(اقبال)

1- حافظ کی غزل میں نو شعر ہیں اور اقبال کے ہاں سات: مشترک قوافی کی تعداد پانچ ہے یعنی انگیز، پرہیز، خیز، آمیز، ریز۔ اول الذکر نے پرویز، ستیز اور موخر الاخر نے خیز اور دستاویز ایسے قوافی استعمال نہیں کیے۔ اقبال نے آمیز کے قافیے میں شعر تو کہا ہے لیکن فکری اشتراک نہیں ہے[4]۔ البتہ انگیز کے قافیے میں ساز و آواز کی بات کی ہے۔ حافظ کسی بے وفا مطربہ کو دل دے چکے ہیں، اقبال کو صدائے مرغ چمن کھینچتی ہے لیکن ان کا دل غمگین ہے۔

2- پرہیز: حافظ کے شعر میں حسینوں کی چاک لباسی کی وجہ سے پرہیز ٹوٹا ہے، اور اقبال کے شعر میں موسم بہار اور شراب کی وجہ سے، لیکن مستی کی کیفیت دونوں میں ایک سی ہے۔ حافظ حسن محبوب کے دلدادہ ہیں اور اقبال حسن فطرت کے۔

3- رستاخیز: حافظ کے شعر سے دو باتوں کا پتہ چلتا ہے۔ (1) قیامت کا یقین (2) اور قیامت کے خوف کو وہ شراب کے ذریعے دور کرنا چاہتے ہیں، لہجے میں بے نیازی اور مستی ہے[5]۔ اقبال نے

ہنگامہ نشور کی توجیہ خوب صورت انداز میں کی ہے۔ روز حساب تیری نگاہ کرم پر دارومدار ہے' نگاہ خشمگیں ہی میرے لئے قیامت ہے۔ کسے خبر ہے' کا ٹکڑا عاشقانہ ترنگ کا غماز ہے۔ دوسرا مصرع تغزل کی جان ہے۔

4- خیز کے قافیے کو دونوں نے اپنی اپنی فکر کے مطابق باندھا ہے: حافظ کے شعر میں احساس خودی کو مٹانے کی بات ہے' اگرچہ وہ وجودی صوفی نہیں مگر ایسے اشعار کو شعرائے متصوفین کے تتبع کا نتیجہ سمجھنا چاہئے۔ اقبال نے اپنی انفرادیت پر زور دیا ہے۔ نوخیز' کا ٹکڑا تغزل کا رنگ پیدا کر رہا ہے۔ خیال کا اشتراک تین اور شعروں میں بھی ہے' اگرچہ ان کا قافیہ مختلف ہے۔

5- ریز اور پرویز: فضیلت عشق کا مضمون ہے۔ حافظ کا شعر' اقبال کے شعر سے آگے نکلتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ عشق کی بدولت' آدم کی فضیلت' فرشتے پر ظاہر کی ہے۔

6- تیز اور ستیز: دونوں شاعروں نے مصحت کوشی کے رویئے کی مخالفت کی ہے: حافظ: ان باتوں کے گرویدہ ہیں جو آگ بھڑکا دیں' نہ اس کے جو باتوں میں' تیز آگ پر ٹھنڈا پانی ڈال دے۔ اقبال: یہ ان کے مشہور شعروں میں سے ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ ماحول کو اپنے مزاج کے مطابق ڈھالا جائے نہ کہ زمانے کا پیرو بنا جائے۔

7- دستاویز' آمیز: دونوں شعروں میں محبوب کی بارگاہ میں درخواست ہے۔ حافظ نے نہایت قرینے سے بات کی ہے۔ لہجے میں حد درجہ خستگی ہے۔ رحم اور بے چارگی کی تصویر سامنے آجاتی ہے: تیرے دربار میں فقیر اور خستہ ہو کر آیا ہوں' کچھ رحم کر۔ تیری دوستی کے سوا میرے پاس کوئی دستاویز نہیں ہے۔

اقبال: لذت آہ سحرگاہی کے طالب ہیں۔ انہیں التفات کے مقابلے میں کیف ہجر عزیز ہے۔ "نہ چھین" اور "نہ کر" کے الفاظ چونکا دینے والے معلوم ہوتے ہیں ___ بے نیازی اور التفات کا ملا جلا تاثر!

محاسن شعری:

حافظ کا کلام خوب صورت اور نگینے کی طرح ترشے ہوئے الفاظ و تراکیب کا خزانہ ہے۔ لولی وش کی کردار نگاری کے لئے کیا مناسب تراکیب استعمال کی ہیں۔ شور انگیز' دروغ وعدہ' قتال وضع' رنگ آمیز' پیرہن چاک ماہرویاں' ہزار جامہ تقوی و خرقے پرہیز' سحر گہ حشر' ہول روز رستاخیز' جام شرابے' بخاک آدم' غلام آں کلماتم' آب سرد' آتش تیز' فقیر و خستہ' ولائے تو میان عاشق و معشوق' حجاب خودی ایسی تراکیب کلام کی جامعیت کو بڑھاتی اور موسیقیت میں اضافہ کرتی ہیں۔ "آب سرد زند بر آتش تیز" ضرب المثل کی حیثیت رکھتا ہے۔ ایک تصویر میں آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے۔ لفظ "آتش" کی تکرار ___ آب اور آتش دو متضاد اشیاء کو جمع کیا ہے۔ لہجے میں ایک شان اور طنطنہ ہے۔ مناسبات: رستاخیز اور ہول' مے اور پیالہ' معشوق اور حجاب۔

اقبال کی تراکیب بھی جامعیت' موسیقیت' ندرت اور تازگی کے علاوہ' ان کی فکر تک

رسائی کا ذریعہ ہیں: موسم گل' صدائے مرغ چمن' نشاط انگیز' ضمیر لالہ' مئی لعل' لب ریز' ہنگامہ نشور' وارث پرویز' حدیث بے خبراں' با زمانہ بساز' بازمانہ ستیز' لذت آہ سحرگاہی' التفات آمیز' "ضمیر لالہ مئی لعل سے ہوا لبریز" سے ایک خوش احساس تصویر ابھر آتی ہے۔ "زمانہ باتو نسازد' تو بازمانہ ستیز" ضرب المثل بن چکی ہے۔ مناسبات لفظی: موسم گل اور چمن' لالہ اور لعل۔ تکرار حروف و الفاظ: ساز' سازد اور ستیز میں حرف سین کی تکرار! پہلے دو لفظوں میں تجنیس بھی ہے۔ "تو" اور "با زمانہ" کے الفاظ بھی تین بار آئے ہیں۔

(2)

سحر با باد میگفتم حدیث آرزو مندی
خطاب آمد کہ واثق شو با لطاف خداوندی
قلم را آں زباں نبود کہ سر عشق گوید باز
ورائے حد تقریر ست شرح آرزو مندی
دل اندر زلف لیلی بند و کار عشق مجنوں کن
کہ عاشق رازیاں دارد مقالات خردمندی
الا اے یوسف مصری کہ کردت سلطنت مغرور
پدر را باز پرس آخر کجاشد مہر فرزندی
بسحر غمزہ فتاں دوا بخشی و درد انگیز
بچین زلف مشک افشاں دل آویزی و دلبندی
جہان پیر رعنا را مروت در جبلت نیست
ز مہر اوچہ میخواہی در و ہمت چہ می بندی
ہمائے چونتو عالی قدر و مہر استخواں تا کے
دریغ ایں سایہ دولت کہ بر نا اہل افگندی
دریں بازار اگر سودست بادرویش خرسندست
خدایا منعم گرداں بدرویشی و خرسندی!
دعائے صبح و شام تو کلید گنج مقصودست
بایں راہ و روش میرو کہ با دلدار پیوندی
بخوباں دل مدہ دیگر ببیں آں بیوفا نیسا
کہ با تیغ زباں کردند مکاران انوندی
ز شعر حافظ شیراز میگویند و میر قصند
سیہ چشمان کشمیری و ترکان سمرقندی

○

متاع بے بہا ہے درد و سوز آرزو مندی

مقام بندگی دے کر نہ لوں شان خداوندی
ترے آزاد بندوں کی نہ یہ دنیا' نہ وہ دنیا
یہاں مرنے کی پابندی' وہاں جینے کی پابندی
حجاب اکسیر ہے آوارہ کوئے محبت کو
مری آتش کو بھڑکاتی ہے تیری دیر پیوندی
گزر اوقات کر لیتا ہے یہ کوہ و بیاباں میں
کہ شاہیں کے لیے ذلت ہے کار آشیاں بندی
یہ فیضان نظر تھا یا کہ مکتب کی کرامت تھی
سکھائے کس نے اسماعیلؑ کو آداب فرزندی
زیارت گاہ اہل عزم و ہمت ہے لحد میری
کہ خاک راہ کو میں نے بتایا راز الوندی
مری مشاطگی کی کیا ضرورت حسن معنی کو
کہ فطرت خود بخود کرتی ہے لالے کی حنابندی

حافظ کی غزل میں گیارہ شعر ہیں اور اقبال نے سات شعر کہے ہیں۔ چھ قافیے مشترک ہیں' یعنی آرزومندی' خداوندی' بندی' فرزندی' اوندی اور پیوندی۔ اقبال نے حافظ کے تین قافیے افگندی' خرسندی اور سمرقندی استعمال نہیں کیے۔ پہلا قافیہ اردو میں غیرمانوس ہے۔ حافظ عموماً" تکرار قافیہ سے کام لیتے ہیں۔ مندی' کا قافیہ تین بار اور بندی کا دو بار لائے ہیں۔ اقبال نے بھی بندی اور وندی کے قافیے دہرائے ہیں۔ مشترک قافیوں میں دونوں شاعروں کی پرواز دیکھئے:

1- مندی اور وندی: مطلع میں دونوں کے قوافی ایک جیسے ہیں اور بات بھی آرزومندی کی ہے۔ اقبال کے شعر میں گہرائی اور گیرائی ہے۔ مقام بندگی دے کر نہ لوں شان خداوندی نیا انداز ہے۔

2- فرزندی: حافظ فرماتے ہیں کہ یوسف مصری کو سلطنت نے مغرور بنا دیا اور مہر فرزندی بھول گیا۔ اقبال نے بھی فرزندی کے قافیے میں معرکہ آراء شعر کہا ہے کہ فیضان نظر نے اسماعیلؑ کو آداب فرزندی سکھائے نہ کہ مکتب نے۔ اپنی اپنی فکر کے مطابق پرواز کی ہے اور دو پیغمبروں کو بطور مثال پیش کیا۔ پہلے نے اسرائیلیت سے استفادہ کیا ہے اور دوسرے نے متن قرآنی سے۔

3- پیوندی: حافظ: تہلیل و تسبیح کی راہ سے تو محبوب سے مل جائے گا' کوشش' منزل کی رہبر ہے۔ اقبال: محبوب کا دیر سے ملنا بہتر ہے کہ اس سے سوز بڑھتا ہے (فلسفہ ہجر و فراق)۔

4- الوندی: دونوں شاعروں نے مختلف مضمون باندھا ہے۔ حافظ کہتے ہیں کہ حسینوں کو دل نہ دے' ان بے وفائیوں کو پھر دیکھ جو (زبان کی تلوار کے ذریعے) کوہ الوند کے رہنے والے مکاروں نے کی ہیں۔ اقبال کا فرمان ہے کہ میں نے مسلمانوں کو ترقی اور سربلندی کا راز بتایا ہے' اس لئے اہل عزم و ہمت مجھے دعائے خیر سے یاد کریں گے۔ الوندی کو اقبال پہلی بار اردو میں پائیداری کے

معنی میں لائے ہیں۔

مشترک مفاہیم: دو شعروں میں مضمون کا اشتراک ہے مگر قافیہ مختلف ہے۔

5- ا کلندی اور بندی: موضوع' ہمائے عالی مرتبت کا ہے۔ روایت کے مطابق ہما جس شخص کے سر پر بیٹھ جائے وہ بادشاہ بن جاتا ہے۔ حافظ فرماتے ہیں کہ اسے اہل اور نا اہل کی تمیز کرنی چاہیے۔ اقبال نے شاہین کی جو صفت اس شعر میں بیان کی ہے' اس کا تعلق جفاکشی کی زندگی سے ہے۔

6- آخری شعر میں ہر دو اپنے کلام کی تعریف کی ہے۔ سیہ چشمان کشمیری اور ترکان سمرقندی حافظ شیراز کے اشعار پڑھتے اور رقص کرتے ہیں۔ اقبال کہتے ہیں کہ ان کے کلام میں حسن و معنی خود بخود پیدا ہو جاتے ہیں۔ وہ تصنع کے قائل نہیں۔ فطرت کی پیرائش کے قائل' مگر ادب و شعر میں محنت کی عظمت کا بھی انہیں احساس تھا۔

محاسن شعری (حافظ)

1- تراکیب: حدیث آرزو مندی: الطاف خداوندی' یوسف مصری' مہر فرزندی' دعائے صبح و شام تو' کلید گنج مقصود' راہ و روش' تیغ زباں مکاران الوندی عالی قدر' مہر استخوان' سایہ دولت' شعر حافظ شیراز' سیہ چشمان کشمیری' ترکان سمرقندی۔ حافظ کے مطلع میں سحر اور باد کی حرکی پیکر استعمال ہوا ہے۔ مکالمہ اور کہانی کا انداز ہے۔ شعر میں اے یوسف مصری خطابیہ انداز ـــــــ ذیل کے مصرعے ضرب المثل کی حیثیت رکھتے ہیں:

ورای حد تقریر ست شرح آرزو مندی
کہ عاشق را زیاں دارد مقالات خردمندی
جہان پیر رعنارا مرقت در جبلت نیست
دعای صبح و شام تو کلید گنج مقصود است

مناسبات: ہما کے ساتھ استخواں' سایہ۔ پدر اور فرزند۔ دل اور زلف۔ دل اور زبان۔ صبح اور شام۔ سیہ چشمان کشمیری اور ترکان سمرقندی۔ بیگویند و می رقصند ہم وزن ٹکڑے ہیں۔ ہر لفظ موسیقی میں رچا بسا ہے۔

اقبال کے اسلوب پر حافظ کا اثر واضح ہے۔ حدیث کی جگہ سوز (سوز آرزومندی) اور الطاف کی جگہ شان (شان خداوندی) مہر فرزندی کی جگہ آداب فرزندی۔ دیگر تراکیب: متاع بے بہا' آوارہ کوے محبت' زیارت گاہ اہل عزم و ہمت' خاک راہ' رازالوندی' کار آشیاں بندی ع کہ فطرت خود بخود کرتی ہے لالے کی حنا بندی۔ یہ مصرع بطور تمثیل کے ہے۔ کلام اقبال میں لالہ اور ہما کی علامت کا ایک ماخذ حافظ کا کلام ہے۔

(3)

نصیب من چو خرابات کردہ است الہ

دریں میانہ بگو زاہدا مرا چہ گناہ
کسی کہ در ازلش جام مے نصیب افتاد
چرا بحشر کنند ایں گناہ را در خواہ
بگو بزاہد سالوس خرقہ پوش دو روی
کہ دست زرق دراز است و آستیں کوتاہ
تو خرقہ راز برائے ہوا ہمی پوشی
کہ تا بزرق بری بندگان حق از راہ
غلام ہمت رندان بے سرو پا یم
کہ ہر دو کون نیرزد بہ پیش شان یک کاہ
مراد من ز خرابات چونکہ حاصل شد
دلم ز مدرسہ و خانقاہ گشت' سیاہ
بروگدائے در ہر گدائے شو حافظ
تو ایں مراد نیابی مگر بخشی اللہ

○

تری نگاہ فرومایہ' ہاتھ ہے کوتاہ
ترا گنہ کہ نخیل بلند کا ہے گناہ
گلا تو گھونٹ دیا اہل مدرسہ نے ترا
کہاں سے آئے صدا لا الہ الا اللہ
خودی میں گم ہے خدائی تلاش کر غافل
یہی ہے تیرے لئے اب صلاح کار کی راہ
حدیث دل کسی درویش بے گلیم سے پوچھ
خدا کرے تجھے تیرے مقام سے آگاہ
برہنہ سر ہے تو عزم بلند پیدا کر
یہاں فقط سر شاہیں کے واسطے ہے کلاہ
نہ ہے ستارے کی گردش' نہ بازی افلاک
خودی کی موت ہے تیرا زوال نعمت و جاہ
اٹھا میں مدرسہ و خانقاہ سے غم ناک
نہ زندگی' نہ محبت' نہ معرفت نہ نگاہ

○

دونوں شاعروں کے ہاں تعداد اشعار برابر ہے' یعنی سات۔ مشترک قافیہ ایک ہے (گناہ)۔ اقبال نے نئے قافیے نکالے ہیں۔ چند شعروں میں فکری اشتراک بھی ہے۔

1- گناہ کا قافیہ اگرچہ مشترک ہے لیکن پیرایہ مختلف ہے' اور یہ بات نظریہ حیات کی ہے حافظ نے "جبریت" پر یقین ظاہر ہے کہ انسان فاعل و مختار نہیں۔ اس کی تقدیر روز ازل سے مقرر ہے۔ (لیکن اس کے ہاں ایسے اشعار بھی مل جاتے ہیں جو عمل کی تحریک پیدا کرتے ہیں۔ اسی غزل کے ایک شعر میں کہا ہے کہ تو ہر گدا کے در کا گدا گر بن کہ اس طریق (درویشی) سے تجھے گوہر مراد ہاتھ آئے گا۔ اس میں بھی ایک طرح سے حرکت کی رمق موجود ہے)۔

اقبال کی غزل کے بیشتر شعروں میں سعی و عمل کا درس ہے۔ انسان کو اعلیٰ مقاصد سامنے رکھنے چاہئیں' اور ان کے مطابق کوشش لازم ہے۔ خودی سے خدائی تک کے مراحل کو اسی طریق سے طے کیا جا سکتا ہے۔

مشترک مفاہیم

1- دونوں شاعر مرشد کی غلامی پر فخر محسوس کرتے ہیں:

حافظ: میں مفلس رندوں کی باطنی توجہ کا غلام ہوں جن کی نظر میں دونوں جہاں تنکے کے برابر ہیں۔

اقبال: مخلص درویش (مرشد) تیری رہنمائی کر سکتا ہے۔

2- مدرسہ خانقاہ کے بارے میں تنقیدی فکر یکساں ہے۔

حافظ: میرا مقصد شراب خانے سے پورا ہو گیا ہے' میں مدرسہ و خانقاہ سے بیزار ہوں۔

اقبال: مدرسہ و خانقاہ میں زندگی' محبت اور معرفت و نگاہ نہیں ہے۔

اقبال کے الفاظ و تراکیب پر حافظ کا اثر صاف دکھائی دے رہا ہے:

> "ہاتھ ہے کوتاہ اور نخیل بلند سے حافظ کا مصرع' دست من کوتاہ و خرما بر نخیل' ذہن میں آتا ہے۔ رندان بے سروپا کے مقابلے میں درویش بے گلیم! صلاح کار کی ترکیب بھی کلام حافظ میں ملتی ہے ع صلاح کار کجا و من خراب کجا!"

(4)

مقام امن و مئ بیغش و رفیق شفیق
گرت مدام میسر شود زہے توفیق

جہان و کار جہان جملہ' ہیچ در ہیچ ست
ہزار بار من ایں نکتہ کردہ ام تحقیق

دریغ و درد کہ تا این زمان ندانستم
کہ کیمیائے سعادت رفیق بود رفیق

بمامنے رو و فرصت شمر غنیمت وقت
کہ در کمینگہ عمرند قاطعان طریق

کجاست اہل دلے تاکند دلالت خیر

کہ مابدوست نبردیم رہ بہیچ طریق
فدائے غمزہ ساقی ہزار جان آندم
کہ ترکند لب لعل از شراب ہمچو عقیق
حلاوتے کہ ترا درچہ ز نخدان ست
بکنہ او نرسد صد ہزار فکر عمیق
اگرچہ موے میانت بچون منے نرسد
خوش ست خاطرم از فکر این خیال دقیق
ازان برنگ عقیق ست اشک من ہمہ وقت
کہ مہر خاتم چشم من ست ہمچو عقیق
بیاکہ توبہ ز لعل نگار و خندہ جام
تصوریست کہ عقلش نمیکند تصدیق
بخندہ گفت کہ حافظ غلام طبع توام
ببین کہ تا بچہ حدم ہمی کند تحمیق

○

ہزار خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رفیق
یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق
ہجوم کیوں ہے زیادہ شراب خانے میں
فقط یہ بات کہ پیر مغاں ہے مرد خلیق
علاج ضعف یقیں ان سے ہو نہیں سکتا
غریب اگرچہ ہیں رازی کے نکتہ ہائے دقیق
مرید سادہ تو رو رو کے ہو گیا تائب
خدا کرے کہ ملے شیخ کو بھی یہ توفیق
اسی طلسم کہن میں اسیر ہے آدم
بغل میں اس کی ہیں اب تک بتان عہد عتیق
مرے لئے تو ہے اقرار با اللساں بھی بہت
ہزار شکر کہ ملا ہیں صاحب تصدیق
اگر ہو عشق تو ہے کفر بھی مسلمانی
نہ ہو تو مرد مسلماں بھی کافر و زندیق

○

چند زمینیں ایسی ہیں جنہیں اقبال نے فارسی میں ہم طرح حافظ اختیار کیا اور اردو میں بھی۔ ذیل کی غزل اس قبیل سے ہے۔ دونوں کی غزلوں میں پانچ قوافی مشترک ہیں یعنی رفیق،

طریق، دقیق، توفیق اور تصدیق مگر انداز فکر جدا ____ کہیں کہیں خیال کا اشتراک بھی ملتا ہے، تاہم حافظ کے اسلوب کی جھلکیاں نمایاں ہیں حافظ نے مطلع میں انسان کی خوش نصیبی کے لئے تین چیزیں ضروری قرار دی ہیں۔ 1۔ جائے امن شراب خالص 2۔ (مَی بیغش) 3۔ رفیق شفیق۔

اقبال نے اپنے مطلع میں قلندر کی صفت حق گوئی کو موضوع بنایا ہے کہ ان کی زبان پر وہی کچھ ہوتا ہے جو دل میں ہوتا ہے گویا زبان و دل کی رفاقت حد درجہ اہم ہے۔

2- طریق کا قافیہ حافظ کے دو شعروں میں آیا ہے جن کا مفہوم یہ ہے:

1- متاع عمر کے لوٹے جانے کا ہر وقت خطرہ ہے، وقت کو غنیمت جان اور کوئی امن کی جگہ تلاش کر۔

2- کوئی اہل دل کہاں ہے کہ ہمیں خیر کا رستہ دکھائے کہ ہم کسی طرح بھی دوست تک نہ پہنچ سکے[6]۔

3- دقیق: حافظ کہتے ہیں اگرچہ تیرے کمر تک دراز گیسوؤں تک ہماری رسائی نہیں، تاہم اس نازک خیال ہی سے دل کو خوش رکھتے ہیں۔ گویا محبوب کا تصور بھی خوش کن ہے۔ اسی طرح چہ زنخداں اور غمزہ ساقی بھی حسن کے اشارے ہیں اور عشق کے لئے محرک۔

اقبال نے اپنی فکر کے مطابق، عشق کی برتری، عقل پر ثابت کی ہے۔ فکر و جذبہ شیر و شکر ہو گیا ہے۔ وہ تسلیم کرتے ہیں کہ امام رازی نے گہری باتیں کی ہیں جن سے عقل پیچ و تاب میں گرفتار ہو جاتی ہے لیکن ضعف یقین کا علاج ان سے نہیں ہو سکتا جو کہ عشق سے ممکن ہے[7]۔

4- تصدیق: حافظ فرماتے ہیں کہ شراب و محبوب سے توبہ بعید از عقل ہے۔ اقبال نے اپنے شعر میں ملا کو نشانہ طنز بنایا ہے۔ شیخ و ملا کی دو عملی دونوں شاعروں کا محبوب موضوع ہے، اگرچہ یہاں حافظ کا موضوع اور ہے۔ زندیق کے قافیے میں حافظ نے شعر نہیں کہا۔ اقبال کی غزل کا آخری شعر اسی قافیے میں ہے اسے ان کی فارسی غزل کے مطلع کا ترجمہ سمجھنا چاہئے[8]۔ اسلوب کے لحاظ سے دیکھیں تو فارسی ہم طرح میں بہت زیادہ، اثر ہے، لیکن اردو میں بھی اس کی جھلکیاں ملتی ہیں:

نکتہ ہائے دقیق = خیال دقیق

ہزار شکر = ہزار بار

ہزار خوف

عشق کی سرمستی اور طنز کی کاٹ دونوں شاعروں کے ہاں ایک جیسی ہے۔ نغمہ و آہنگ کی موافقت ہے۔ حافظ نے مقطع میں محبوب سے مکالمہ اختیار کیا ہے۔ حافظ کی غزل میں گیارہ اشعار ہیں۔ تین قوافی دو دو بار لائے ہیں یعنی رفیق، شفیق، طریق اور عقیق، جبکہ اقبال کی فارسی غزل میں آٹھ اور اردو غزل میں سات شعر ہیں۔ اردو غزل میں "تین قافیے نئے اختیار کیے ہیں: عتیق، زندیق اور خلیق ____ اور کوئی قافیہ دہرایا نہیں ہے۔ عمیق اور عمیق کے قافیے استعمال نہیں کئے۔ اول الذکر تو اردو میں کم ہی مستعمل ہے۔

○

مزرع سبز فلک دیدم و داس مہ نو
یادم از کشتہ خویش آمد و ہنگام درو
گفتم اے بخت بخسپیدی و خورشید دمید
گفت با ایں ہمہ از سابقہ نومید مشو
تکیہ بر اختر شبگرد مکن کین عیار
تاج کاؤس ربود و کمر کیخسرو
گر روی پاک و مجرد چو مسیحا بہ فلک
از فروغ تو بخورشید رسد صد پرتو
آسماں گو مفروش این عظمت کا ندر عشق
خرمن مہ بجوے خوشہ پروین بہ دوجو
جام جمشید مخن وہ کہ نیرزد بر من
گنج قارون بجو و ملک سلیمان بہ دوجو
گو شوار در و لعل ارچہ گراں دارد گوش
دور خوبی گزران ست نصیحت بشنو
چشم بد دور زخال تو کہ در عرصہ حسن
بیذقے راند کہ برد ازمہ و خورشید گرو
ہر کہ در مزرع دل تخم وفا سبز نکرد
زرد روئی کشد از حاصل خودگاہ درو
اندریں دائرہ میباش چو دف حلقہ بگوش
ور قفائے خوری از دائرہ خویش مرو
آتش زرق و ریا خرمن دیں خواہد سوخت
حافظ ایں خرقہ پشمینہ بینداز و برو

○

ہر اک مقام سے آگے گزر گیا مہ نو
کمال کس کو میسر ہوا ہے بے تگ و دو
نفس کے زور سے وہ غنچہ وا ہوا بھی تو کیا
جسے نصیب نہیں آفتاب کا پرتو
نگاہ پاک ہے تیری تو پاک ہے دل بھی
کہ دل کو حق نے کیا ہے نگاہ کا پیرو
پنپ سکا نہ خیاباں میں لالہ دل سوز
کہ سازگار نہیں یہ جہان گندم و جو

رہے نہ ایبک و غوری کے معرکے باقی
ہمیشہ تازہ و شیریں ہے نغمہ خسرو!

○

یہ وہ زمین ہے جسے ہم طرح حافظ کے طور پر' اقبال نے زبور عجم میں اختیار کیا۔ انھیں یہ زمین پسند آئی اور اسے اردو میں بھی لائے' لیکن بحر کے اختلاف کے ساتھ۔

حافظ کی غزل میں گیارہ شعر ہیں اور اقبال کی غزل پانچ اشعار پر مشتمل ہے۔ انھوں نے کوئی قافیہ دہرایا نہیں' جبکہ حافظ جو اور درو کے قافیے دوبار لائے ہیں ـــ اقبال کی غزل میں اختصار کی وجہ یہ ہے کہ حافظ کے دیگر قافیے اردو غزل میں استعمال نہیں ہو سکتے تھے۔

مشترک قوافی

1- (مہ) تو حافظ فرماتے ہیں کہ آسمان کا سبز کھیت اور نئے چاند کی درانتی دیکھ کر مجھے اپنی کھیتی اور کھیتی کاٹنے کا وقت یاد آ گیا۔ اس شعر میں حسن اعمال کی طرف اشارہ ہے۔

اقبال: چاند کی منازل میں یہ بات پوشیدہ ہے کہ حصول کمال جدوجہد سے مشروط ہے۔

2- جو' کا قافیہ حافظ نے دو بار تسلسل کے ساتھ باندھا ہے۔ عاشق کی نظر میں' چاند' عقد ثریا' قارون کے خزانے اور ملک سلیمان کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ ع ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق

اقبال: یہ جہان گندم و جو (مادی دنیا) عشق اور علم و فضل کے لیے سازگار نہیں ہے۔ یہ ہمارے معاشرے کی تلخ حقیقت ہے اور دور جدید کا المیہ!

3- خسرو' کے قافیے میں اقبال نے جو مضمون باندھا ہے' اس کا نقش اول حافظ ہی کا شعر ہے' بلکہ فارسی ہم طرح میں تو مضمون میں ندرت نہیں' البتہ اس غزل میں معرکہ آرا شعر کہا ہے: بادشاہوں کے معرکے باقی نہیں رہے۔ لیکن فن کار (خسرو) کا نغمہ ابدی شے ہے۔ حافظ نے ستارے (گردش فلک) کو برا بھلا کہا ہے کہ بادشاہوں کے زوال میں اس کا ہاتھ ہے۔

4- پرتو' کے قافیے کو اپنی اپنی فکر کے مطابق باندھا ہے:

حافظ: اگر پاک اور مجرد ہو کر مسیحا کی طرح تو آسمان پر چڑھ جائے گا تو تیرے نور سے سورج تک سینکڑوں جلوے پہنچیں گے' یعنی انسان اگر پاک اور آزاد ہو تو سورج بھی اس سے اکتساب فیض کرے گا۔

اقبال: انسان ذاتی کوشش کی نسبت پیر و مرشد کے لطف و توجہ سے زیادہ ترقی کرتا ہے۔ ماحول بھی انسان کی صلاحیتوں کو نکھارتا ہے۔

5- ایک شعر میں دل و نگاہ کی پاکیزگی اور وفاداری کا موضوع ہے۔ قافیہ اگرچہ مختلف ہے یعنی (درو (پیرو)۔ حافظ تو خیر امام غزل ہے' اقبال کی بھی اس غزل کا ہر شعر لاجواب ہے۔ حافظ کی تصویر دار ترکیبیں اور لفظی پیکر ملاحظہ فرمائیں: داس مہ نو' مزرع سبز فلک' خرمن مہ' خوشہ

پروین' اخترِ شبگرد' مزرعِ دل' تخمِ وفا' علاوہ ازیں پاک و مجرد' فروغِ تو' صد پرتو۔
تلمیحات: جام جمشید' گنج قارون۔
رعایت لفظی: خرمن' خوشہ اور جو' مزرع' تخم' حاصل' اختر اور شبگرد۔
تشبیہات: فلک کو سبز کھیتی سے اور مہ نو کو درانتی سے
علامہ اقبال کی تراکیب: مہ نو' بے تک و دو' لالہ دل سوز' جہان گندم و جو' تازہ و شیریں' نغمہ خسرو۔
رعایت لفظی: خسرو اور شیریں' نگاہ و دل۔
استعارات: لالہ دل سوز (عاشق) آفتاب (مرشد)
تکرار لفظی: پاک' نگاہ اور دل کے الفاظ دو دو بار آئے ہیں۔
مہ نو کی ترکیب اور لالہ کی علامت' دونوں شاعروں کے ہاں موجود ہے۔ اقبال نے سلاطین' کے انتخاب میں بھی جدت کا ثبوت دیا ہے۔ مزرع دل کی ترکیب بانگ درا میں بھی موجود ہے۔

(6)

نہ ہر کہ چہرہ برا فروخت دلبری داند
نہ ہر کہ آئینہ سازد سکندری داند
(حافظ)

اس غزل میں بھی اقبال نے حافظ سے استفادہ کیا ہے[9]۔
اقبال:

نگاہ فقر میں شان سکندری کیا ہے
خراج کی جو گدا ہو' وہ قیصری کیا ہے

حافظ کا مطلع بیت الغزل ہے اور بڑی جامعیت رکھتا ہے۔ اقبال کا مطلع بھی اپنے رنگ میں خوب ہے۔ دلبری' کے قافیے میں (اپنے فارسی شعر کی نسبت) اردو میں اچھا شعر کہا ہے۔

فقط نگاہ سے ہوتا ہے فیصلہ دل کا
نہ ہو نگاہ میں شوخی تو دلبری کیا ہے

روش بندہ پروری' کا ٹکڑا سے حافظ سے ہو بہو لے لیا ہے۔ خیال ان کا اپنا ہے' اور اچھا کہا ہے۔

(7)

بحریست بحر عشق کہ ہیچش کنارہ نیست
آنجا جزآنکہ جاں بسپارند چارہ نیست
(حافظ)

اس غزل میں بحر مختلف ہے' قافیے یکساں اور ردیف کا ترجمہ کر دیا ہے۔

خودی وہ بحر ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں

تو آبجو اسے سمجھا اگر تو چارہ نہیں

اقبال نے عشق کی جگہ 'خودی' کا لفظ استعمال کیا ہے اور شعر میں اپنا مزاج سمو دیا ہے۔ لیکن مطلع حافظ ہی کا بہتر ہے کہ اس میں جامعیت اور بلاغت ہے۔ عشق کی صفت اور اس کے تقاضے (جاں دادن) کو بخوبی سمیٹا ہے۔ اقبال دوسرے مصرعے میں وہ بات پیدا نہیں کر سکے' بلکہ پہلے مصرع کی تشریح ہے۔

بحیثیت مجموعی حافظ نے حسب معمول حقیقت و مجاز کو اپنی غزل میں ملا دیا ہے۔ اقبال نے (حافظ ہی کے قافیوں میں) دقیق روحانی اور فلسفیانہ مضامین بیان کئے ہیں۔

متفرق اشعار

ذیل میں ہم طرح غزلیات میں سے ایسے ماشعار پیش کیے جاتے ہیں جن میں قافیے ایک جیسے ہیں اور بیشتر افکار و مطالب کا اتحاد ہے۔

مرد درویش کا سرمایہ

حافظ :

گوہر معرفت اندوز کہ باخود ببری
کہ نصیب دگرانست نصاب زر و سیم

اقبال :

مرد درویش کا سرمایہ ہے آزادی و مرگ
ہے کسی اور کی خاطر یہ نصاب زر و سیم

دفتر بے معنی

حافظ :

ایں خرقہ کہ من دارم در رہن شراب اولی
ویں دفتر بے معنی غرق مئی ناب اولی

اقبال :

کیا دبدبہ نادر' کیا شوکت تیموری
ہو جاتے ہیں سب دفتر غرق مئی ناب آخر

حافظ :

چوں مصلحت اندیشی دور ست ز درویشی
ہم سینہ پر آتش بہ ہم دیدہ پر آب اولی

اقبال :

تھا ضبط بہت مشکل اس سیل معانی کا

کہہ ڈالے قلندر نے اسرار کتاب آخر

آتش جاں

حافظ:

آتش روے بتان، بر خود مزن
ورزاز آتش گزر کن چون خلیل

یا رب این آتش کہ درجان منست
سرد کن ز انساں کہ کردی بر خلیل

اقبال:

عذاب دانش حاضر سے باخبر ہوں میں
کہ میں اس آگ میں ڈالا گیا ہوں مثل خلیل

تاثیر شعر

حافظ:

معجزات این شعر یا سحر حلال
ہاتف آورد این سخن یا جبرئیل

اقبال:

اندھیری شب ہے، جدا اپنے قافلے سے ہے تو
ترے لیے ہے مرا شعلہ نوا، قندیل

وقت شگفتن گل

حافظ:

افسر سلطان گل پیدا شد از طرف چمن
مقدمش یارب مبارک باد بر سرو و سمن

اقبال:

پھر چراغ لالہ سے روشن ہوئے کوہ و دمن
مجھ کو پھر نغموں پہ اکسانے لگا مرغ چمن

تصورات عشق و خرد

حافظ:

چراغ روے ترا، شمع گشت پروانہ

مرا ز عشق تو از حال خویش پروانہ
خرد کہ قید مجانین عشق می فرمود
بوے حلقہ زلف تو گشت دیوانہ

اقبال:

مقام عقل سے آساں گزر گیا اقبال
مقام شوق میں کھویا گیا وہ فرزانہ

افسانہ غم دل

حافظ:

چہ نقشہا کہ برانگیختیم و سود نداشت
فسون ما براو گشتہ است افسانہ

اقبال:

کلی کو دیکھ کہ ہے تشنہ نسیم سحر
اسی میں ہے مرے دل کا تمام افسانہ

کمال جانانہ

حافظ:

بوے زلف تو گر جان بباد رفت چہ شد
ہزار جان گرامی فدائے جانانہ

اقبال:

نہ بادہ ہے، نہ صراحی، نہ دورِ پیمانہ
فقط نگاہ سے رنگیں ہے بزمِ جانانہ

○

مندرجہ بالا تجزیے سے درج ذیل نتائج سامنے آتے ہیں:

علامہ اقبال نے شعوری طور پر حافظ شیرازی کی پیروی کی ہے۔ حافظ ان کا محبوب شاعر ہے۔ دونوں شاعروں کو زندگی سے پیار ہے۔ حرکت و حرارت پسند ہے۔ ایک کے ہاں ذاتی اور مخصی تجربے ہیں، دوسرے کے ہاں اجتماعی لے ہے۔ اقبال، عشق کی قوت محرکہ سے انقلاب پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ حافظ کے سامنے قومی مقصد نہ تھا، البتہ معاشرے کی تطہیر چاہتے تھے۔ دونوں، روح کی آزادی کے قائل ہیں، لیکن دونوں کے ذرائع مختلف ہیں۔

دونوں شاعروں کو اپنے اپنے کلام پر ناز ہے۔ حافظ کی طرح اقبال کی غزل پڑھتے ہوئے

محسوس ہوتا ہے کہ ہم طلسمی فضا میں پہنچ گئے ہیں۔ اقبال نے حافظ کے الفاظ تراکیب اور جملے جذب کر لیے ہیں۔ تخاطب، سلام و پیام، ساقی سے خطاب، بادہ و بہار کی صدا ___ علامات کا اشتراک بھی موجود ہے۔ بعض میں اپنی مخصوص علامتیت پیدا کر لی ہے۔ اقبال کردار نگاری میں فلسفہ و تاریخ سے مدد لیتے ہیں، حافظ کا انداز خالص تخیل ہے ___ مضمون چاہے کچھ ہو، لفظ رقص کرتے ہوئے محسوس ہوتے ہیں کہ معانی سے زیادہ صوت و آہنگ کا تخیلی طلسم ہمیں مسحور کر لیتا ہے۔ تشبیہ و استعارات میں حافظ کا رنگ پیدا کیا ہے جن میں دیگر صنائع بدائع بھی گھل مل گئے ہیں۔

حافظ کا تتبع تقریباً" سبھی غزلوں میں موجود ہے، ان میں بھی جن کی بحریں الگ ہیں۔ مشترک قوافی میں بھی دادِ سخن دی ہے۔ کبھی مضمون کا اشتراک ہے اور کبھی اختلاف۔ کہیں استاد آگے بڑھ جاتا ہے، کہیں شاگرد۔ اگر شاگرد آگے بڑھتا ہے تو اسے استادی کا فیضان سمجھنا چاہئے۔ بعض جگہ مضمون مستعار لیا ہے۔ پیشرووں سے استفادے کی مثالیں موجود ہیں، جو فن کار اس پر اپنی چھاپ لگا دیتا ہے، وہ مضمون اس کا ہو جاتا ہے۔ اقبال کا فکر و احساس اپنی انفرادیت منوا لیتا ہے، لیکن دونوں کی اندرونی موافقت اور ہم آہنگی چھپائے نہیں چھپتی۔ بقول ڈاکٹر یوسف حسین خان، حافظ کی فنی کیمیاگری کو اگر کسی نے سمجھا ہے اور اس کا کامیاب تتبع کیا ہے، تو وہ اقبال ہیں[10]

✢ ✢ ✢

حواشی

1,2- اقبال' علامہ : دیباچہ پیام مشرق
3- ہم طرح غزلیات کے حوالے :
الف) کلیات اقبال اردو' اقبال اکادمی پاکستان' لاہور اشاعت اول 1990
ب) دیوان حافظ۔ مرتبہ محمد رحمت اللہ کان پور' 1920ء شیخ مبارک علی لاہور سے لیے گئے ہیں۔
4- اقبال کو یہ زمین پسند آئی اور اس میں ایک اور غزل کہی اگرچہ اس کی بحر مختلف ہے۔ انگیز اور آمیز کے قافیوں میں بہت اچھا مطلع کیا۔ اس غزل میں تیز اور دستاویز کے قافیے بھی استعمال کئے۔

یہ کون غزل خواں ہے' پرسوز و نشاط انگیز
اندیشہ دانا کو کرتا ہے جنوں آمیز

5- حافظ کے اس شعر کا حوالہ علامہ نے اسرار خودی کے پہلے ایڈیشن میں دیا تھا۔

رہن ساقی خرقہ پرہیز او
ی علاج ہول رستاخیز او

شراب شیراز تو ہول رستاخیز کا علاج نہیں ہو سکتی' مے اور پیالہ شعر حافظ کی علامتیں ہیں۔
6- اقبال نے زبور عجم میں 'طریق' کا قافیہ اختیار کیا ہے اور رفیق کی تلاش پر زور دیا ہے۔

من از طریق نہ پرسم' رفیق می جویم
کہ گفتہ اند نخستین رفیق و باز طریق

7- فارسی غزل میں بھی بالکل یہی خیال پیش کیا ہے۔

یہ پیچ و تاب خرد گرچہ لذت دگر است
یقین سادہ دلان بہ زنکتہ ہائے دقیق

یقین سادہ دلاں کے مقابلے میں نکتہ ہائے دقیق کی ترکیب دیکھیے!

8- زرسم و راہ شریعت نکردہ ام تحقیق
جز اینکہ منکر عشق است کافر و زندیق!

حافظ کے دوسرے شعر میں ہے 'کردہ ام تحقیق' کا ٹکڑا' اقبال نے ہو بہو استعمال کیا ہے۔ 'عتیق' کے قافیے میں بھی فارسی میں داد دی ہے۔
9- یہ غزل بھی فارسی کلام (پیام مشرق) میں ہم طرح حافظ ہے جس کے مقطع میں حافظ کا مصرع صرف ایک لفظ کی تبدیلی سے اختیار کر لیا ہے:

حافظ : نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

اقبال: اگرچہ سر نتراشد قلندری داند

10- یوسف حسین خان' ڈاکٹر' حافظ و اقبال' غالب اکیڈمی دہلی' 1976ء